محمد جعفر شاہ پھلواروی

ایک حدیث

نظامِ حکومت کا مقصد

طبرانی نے کبیر میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمان یوں نقل کیا ہے :

"لا تقدس امۃ لا یقضی فیھا بالحق و یاخذ الضعیف حقہ من القوی غیر متعتع -

اس اُمت میں کوئی برکت نہیں ہو سکتی جس میں عادلانہ فیصلے نہ ہوتے ہوں اور جس میں کمزور کوئی پریشانی اُٹھائے بغیر اپنا حق زبردست سے وصول نہ کر لیتا ہو -

دنیا میں جہاں بھی انسانی آبادی ہوگی وہاں کسی نہ کسی حیثیت سے ایک برتر ہوگا اور دوسرا کمتر - کوئی قوی ہوگا - کوئی ضعیف، کوئی باپ کوئی فرزند، کوئی اہلِ علم کوئی جاہل، کوئی عاقل اور کوئی بے عقل - غرض بے شمار اسباب ہیں جو کسی کو زبردست اور کسی کو زیردست بنا دیتے ہیں - پھر قدرتاً ایک حاکم اور دوسرا محکوم ہو جاتا ہے - یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک ہی شخص ایک حیثیت سے حاکم ہو اور وہ دوسری جہت سے محکوم - لیکن اس قسم کی حاکمیت و محکومیت ایک فطری چیز ہوتی ہے اور عموماً پیدائشی بھی ہوتی ہے حاکمیت و محکومیت کی دوسری قسم وہ ہے جسے ہم نظام سلطنت و حکومت کہتے ہیں - اس کا مدار ایک گونہ انسانی کے فکر و عمل، سعی و جہد، ارادہ و اختیار، مجادلہ و مقاتلہ اور کچھ جبر و اکراہ وغیرہ پر ہوتا ہے ــــ پیدائشی حاکم و محکوم کی جو نسبت پدر و فرزند میں ہے وُہ ایک دائمی شکل رکھتی ہے لیکن جو حاکمیت و محکومیت ایک نظام حکومت میں ہوتی ہے وہ بدل بھی جایا کرتی ہے - کل کا حاکم آج کا محکوم، پھر آج محکوم اور کل حاکم -

انسانی تاریخ میں کسی نہ کسی شکل میں یہ نظام حکومت ہمیشہ سے ہے اور اس وقت تک باقی رہے گا جب تک دُنیائے انسانیت میں مکمل طور پر رضا کارانہ اور صحیح شعور نہ پیدا ہو جائے - اُس وقت یہ ہوگا کہ آج جو کچھ سیاسی دباؤ یا قانونی اکراہ سے ہوتا ہے وہ کسی خارجی دباؤ کے بغیر خود بخود ہوتا جائے گا - اُس وقت پورا نظامِ حکومت ایسے صالح معاشرے میں تبدیل ہو جائیگا جس میں سارے قانون اخلاقی اقدار بن جائینگے - ہر فرد آپ اپنا محاسب آپ اپنا محتسب اور براہ راست خدا کا محکوم ہوگا ــــ یہ منزل ابھی دُور ہے جہاں پہنچنے سے پہلے پہلے کچھ اسی قسم کا نظام حکومت و امارت باقی رہے گا جس میں کچھ سیاسی طاقت اور کچھ قانونی دباؤ ہو - یہ بہرحال ایک "علت" ہے مگر ناگزیر - ناگزیر اس لئے کہ اھون الشرین ہے - اگر اسے چھوڑ دیا

جائے تو جو فتنے پیدا ہوں گے وہ خود نظام حکومت کی علت سے زیادہ شدید تر ہوں گے ۔

پس کسی نظام حکومت کی اصل کامیابی یہ ہے کہ :-

(۱) اخلاقی قدروں کی حوصلہ افزائی زیادہ سے زیادہ اور سیاسی و قانونی دباؤ کا استعمال کم سے کم ہو ۔

(۲) اس کا رخ ایسے انداز کی طرف ہو کہ حکومتی دباؤ بہ حکمت تدریج کے ساتھ ختم ہوتا جائے اور اعتماد علی النفس کے ساتھ انفرادی حریت کی رفتار اسی تناسب سے بڑھتی جائے تا آنکہ حکومت ختم ہو کر صرف صالح معاشرہ باقی رہ جائے ۔

(۳) ہر فرد کی فطری صلاحیتوں کو نشوونما ارتقا کا موقع میسر آئے ۔

اسی نہج پر چلنے والی حکومت دراصل کامیاب حکومت کہی جاسکتی ہے کسی حکومت کا مرکزی مقصد یہی ہے اور دوسرے تمام مقاصد اس کے ضمن میں آجاتے ہیں ۔ حکومت کا مقصد محض قیام حکومت نہیں یعنی حکومت برائے حکومت کوئی مقصد نہیں بلکہ حکومت صرف ذریعہ ہے چند اعلیٰ مقاصد کے حصول کا ۔ یہ اعلیٰ مقاصد یہی ہیں جو آپ نے ابھی پڑھے ہیں ۔ ان کے علاوہ بھی بعض مقاصد ہیں جو ان ایجابی مقاصد کا دوسرا سلبی رخ ہیں یعنی ان ایجابی مقاصد میں جو رکاوٹیں ہیں وہ دور کی جائیں ۔ گویا یوں کہیئے کہ :

۱ ۔ ہر شخص کی جان ، مال ، آبرو ، مذہب اور معبد محفوظ ہو ——— یا یوں کہیئے کہ :

۲ ۔ ایسا امن و امان قائم رہے کہ ان چیزوں کو کوئی اندرونی یا بیرونی خطرہ نہ رہے ۔

۳ ۔ بے لاگ عدل و انصاف ہو اور قانون کے آگے سب افراد مساوی ہوں ۔

۴ ۔ مادی ترقی اور روحانی نشوونما کے مواقع سب کے لئے یکساں ہوں ۔

۵ ۔ ضروریات زندگی ——— غذا ، پوشاک ، مکان ، تعلیم ، معالجہ وغیرہ ——— کی تمام ممکن آسانیاں سارے افراد مملکت کے لئے ایک جیسی ہوں ۔

ان تمام نکات کو اگر آپ چند لفظوں میں ادا کرنا چاہیں تو یہ وہی الفاظ ہوں گے جو زیر بحث فرمان نبوی میں موجود ہیں کہ :

"اس امت میں کوئی برکت نہیں ہو سکتی جس میں عادلانہ فیصلے نہ ہوتے ہوں اور جس میں کمزور کوئی پریشانی اٹھائے بغیر زبردست سے اپنا حق نہ وصول کر لیتا ہو "

اس فرمان کے دو جزو ہیں :

قضا بالحق یعنی عادلانہ فیصلے ۔ اور ضعیف کا قوی سے اپنا حق حاصل کرنا ۔

یہی دونوں جزو ہیں جن کو موجودہ اصطلاح میں عدلیہ اور انتظامیہ کہتے ہیں جو کسی حکومت کی گاڑی کے دو پہیئے ہیں ۔ اگر یہ دونوں پہیئے ٹھیک نہ چل سکیں تو نہ کوئی حکومت چل سکتی ہے اور نہ ایسی حکومت کی ضرورت ہے ۔ عدلیئے کا کام ہے صحیح فیصلہ کرنا اور انتظامیئے کا کام ہے اسے نافذ کرنا ۔ انہی دونوں اجزاء کو LAW AND ORDER کہتے ہیں ۔ اگر عدلیہ فیصلہ صحیح کرے لیکن اس کی پشت پر اسے نافذ کرنے والی کوئی طاقت نہ ہو تو صحیح ترین فیصلہ بھی بے نتیجہ ذہنی فلسفہ ہو کر رہ جائیگا اور اگر قوت تنفیذ موجود ہو لیکن فیصلہ عادلانہ نہ ہو

تو فیصلہ نافذ ہو گا مگر وہ صرف استبداد اور چنگیزی ہو گی اور ایسے اقتدار زقوت کی خدائی ہو گی جس میں کوئی معقولیت نہ ہو۔ اسلامی نظام حکومت ان دونوں سے جداگانہ چیز ہے۔ وہ بیک وقت دونوں کا جامع ہے۔ یہی ہے وہ فریضۂ حکومت جو زیر بحث حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ یعنی عدل اور اس کے مطابق انتظام۔ حکومت کے جتنے اعلیٰ سے اعلیٰ مقاصد ہو سکتے ہیں وہ ان دو چیزوں سے باہر نہیں جا سکتے۔ یہی وہ مقصد ہے جس کی طرف سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلیفۂ رسول ہونے کے بعد اپنے پہلے خطبے میں یوں اشارہ فرمایا تھا:

"تم میں کا ہر قوی میرے نزدیک ضعیف ہے تا آنکہ میں اس سے دوسرے کا حق دلوا نہ لوں اور تم میں کا ہر ضعیف میرے لئے قوی ہے تا آنکہ میں اسے اس کا حق واپس نہ دلوا دوں۔"

اس مقصد کی تائید کے لئے دو قریب المعنی حدیثیں اور بھی سنئے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے طبرانی اوسط و صغیر میں حدیث روایت کرتے ہیں:

ما من أمتی احد ولی من امر الناس شیئا لم یحفظهم بما یحفظ به نفسه و اهله الا لم یجد رائحة الجنة۔

میری اُمت کا جو امیر لوگوں کی اسی طرح حفاظت نہ کرے جس طرح وہ اپنی اور اپنے بال بچوں کی حفاظت کرتا ہے وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکے گا۔

دوسری حدیث بھی ابن عباس رضی اللہ عنہ ہی سے طبرانی نے کبیر میں یوں روایت کی ہے:

من ولی شیئا من امر المسلمین لم ینظر الله فی حاجته حتی ینظر فی حوائجهم۔

جو امیر مسلمانوں کی ضرورتوں پر نظر نہ رکھے گا اس کی ضرورت کی طرف اللہ بھی نہ دیکھے گا۔

ذرا سوچئے! کتنی بڑی بات فرمائی گئی ہے۔ کون شخص ہے

جو اپنی اور اپنے بال بچوں کی جان، مال، آبرو، مذہب اور معبد کا تحفظ نہیں چاہتا؟

جو اندرونی و بیرونی خطروں سے محفوظ رکھنے والا امن و امان نہیں چاہتا؟

جو اپنے لئے اور اپنے بال بچوں کے لئے قانونی انصاف نہیں چاہتا؟

جو مادی ترقی و روحانی ارتقا کے مواقع نہیں چاہتا؟

جو تمام ضروریاتِ زندگی کی تکمیل نہیں چاہتا؟

یہ سب کچھ ہر شخص چاہتا ہے اپنے لئے بھی اور اپنے اہل و عیال کے لئے بھی۔ پس چھوٹے یا بڑے حلقے کا امیر ہونے کے بعد بھی اسے یہ سب کچھ اپنے حلقے کے تمام افراد کے لئے پسند کرنا پڑے گا۔ اگر وہ خدانخواستہ ایسا نہیں کرتا تو نہ اسے جنت کی خوشبو نصیب ہو گی اور نہ خدا تعالیٰ اس کی حاجتوں پر نظر رکھے گا۔

ان احادیث میں امارت کا تصور نئی قدروں کے ساتھ دیا گیا ہے۔ یعنی دنیا میں امارت و حکومت کو "آقائی" کا ہم معنی سمجھا جاتا ہے لیکن حضور نے اسے "خادمیت" یا انسانی خدمت کا مترادف بنا دیا ہے ـــــ ذرا غور فرمائیے، اگر امارت و حکومت اپنے صحیح تصور کے ساتھ

ہمارے دماغوں میں موجود ہو تو کون جوانمرد اس کی طرف لپکے گا؟ کون ان ذمے داریوں کا بوجھ سنبھالنے کا شوق کرے گا؟ کون یہ کانٹوں بھرا تاج اپنے سر پر رکھنے کی ہمت کریگا؟ اس کے حصول کے لئے باہمی آویزشیں لپک، شوق سب کچھ اس لئے ہوتا ہے کہ امارت و حکومت کا تصور ابھی تک "آقائی" کا مفہوم رکھتا ہے۔ اس کا شوق کرنے والے کو تو یہ یقین ہوتا ہے کہ اگر کوئی عہدہ مل گیا تو ہماری سطح ——— مال، عزت، شہرت، اقتدار، غرض ہر لحاظ سے ——— دُوسروں سے بلند تر ہو جائیگی۔ اگر اسے یہ معلوم ہو کہ عوام پر کسی حق میں کوئی برتری نہ ہوگی بلکہ اُلٹا اور ہزار ذمے داریوں کا بوجھ ہماری گردن پر آپڑے گا تو وہ اس شوق سے اس طرح بھاگے گا جس طرح کوئی آگ سے بھاگتا ہو۔ اگر یہ خبر صحیح ہے کہ سائنس میں ایک انقلاب عظیم پیدا کرنے والے آئن سٹائن نے حکومت اسرائیل کی صدارت قبول کرنے سے اس لئے انکار کر دیا تھا کہ وہ اپنے آپ کو اس کا اہل نہیں سمجھتا تھا تو ہمیں ندامت کے ساتھ اس کا اعتراف کر لینا چاہیئے کہ اس نے ایک بڑی "اعلیٰ قدر" کی محافظت کی۔ خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔ امارت تو صرف ان ہی لوگوں کو قبول کرنا چاہیئے جنہیں قوم کو سنبھالنے کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نظر نہ آئے جو لوگ اپنی نااہلی سے خود اچھی طرح واقف ہیں انھیں یہ شوق کرنے سے پہلے یہ حدیثِ نبوی پیشِ نظر رکھنی چاہیئے کہ:

افلحت یا قُدَیم ان مت ولم تکن امیرًا ولا کاتبًا ولا عریفا۔

رواہ ابو داؤد عن المقدام بن معدیکرب۔

اے مقدام بن معدیکرب! اگر کہیں کے امیر یا منشی (سکریٹری) یا چودھری بنے بغیر مر جاؤ تو سمجھ لو کہ تم نے فلاح حاصل کر لی۔

ایک اور حدیث عبدالرحمٰن بن سمرہ سے یوں مروی ہے کہ:

یا عبد الرحمٰن لا تسأل الامارۃ فانك ان اوتیتھا عن مسئلۃ وکلت الیھا وان اعطیتھا من غیر مسألۃ اُعنت علیھا۔

اے عبدالرحمٰن! امارت کی طلب نہ کرو کیونکہ اگر تمھیں مانگنے سے امارت ملی تو نفس کے پھندوں میں آجاؤ گے اور اگر بے مانگے ملی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری امداد ہوگی۔

ان احادیث پر نفسیاتی نقطۂ نظر سے غور کیجئے تو یہ نظر آئیگا کہ عہدوں کی حرص عموماً وہی کرتا ہے جو اہل نہیں ہوتا۔ اور جو اہل ہوتا ہے اس پہ دُنیا کی نظر خود پڑ جاتی ہے ؎

نگاہیں کاملوں پہ پڑ ہی جاتی ہیں زمانے کی
کہیں چُھپتا ہے اکبرؔ پھول پتوں میں نہاں ہو کر؟

اگر کسی جانے بوجھے اہل کو کوئی عہدہ یا امارت نہیں ملتی تو اس کا تو کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ البتہ قوم کا نقصان ضرور ہوتا ہے۔ غلط انتخاب کی ذمے داری ان عوام پر بھی ہوتی ہے جو غلط خواص (لیڈروں) کا انتخاب کرتے ہیں اور ان خواص پر بھی ہوتی ہے جو غلط امرا کو منتخب کرتے ہیں۔ یہ غلط تالی دونوں غلط ہاتھوں سے بجتی ہے۔ ہمارے نزدیک ایک صحیح طرز انتخاب یہ ہے کہ:

(۱) جس مقصد کے لئے کوئی لیڈر منتخب کرنا ہے اس کی رائے صرف ان ہی لوگوں سے لی جائے جو اس مقصد سے دلچسپی اور اس کے نیک و بد کا شعور رکھتے ہوں ۔

(۲) جو شخص اپنے آپ کو خود قیادت کے لئے پیش کرے اسے نااہل سمجھا جائے ۔

(۳) اپنے آپ کو صرف وہی پیش کرے جو واقعی علی وجہ البصیرت اپنے آپ کو اہل سمجھتا ہو اور اس کا ثبوت اپنی عملی دلچسپی اور عملی ایثار سے پیش کر چکا ہو ۔ وہ گویا ایک بھولی ہوئی بات قوم کو یاد دلادے اور قوم کی مرضی پر معاملہ چھوڑ دے ۔

اگر یہ تین اُصول اپنا لئے جائیں تو اُمید ہے کہ غلط قائدین کے انتخاب میں خاطر خواہ کمی آجائے گی ۔

ریاض السُنّۃ

مصنفہ مولانا محمد جعفر شاہ پھلواروی ۔ تقریباً چھ سو صفحات کی یہ کتاب ان احادیث کا منتخب مجموعہ ہے ۔ جس میں ترقی پسندانہ احادیث کے علاوہ ان احادیث کو بھی جمع کیا گیا ہے جن میں توسع و تیسّر ہے ۔ ادبی مرقعے ہیں ۔ اور فقہ کی تشکیل جدید میں بڑی معاونت کریں گی ۔ ہر حدیث کی الگ سُرخی اور سامنے اس کا سلیس ترجمہ ہے ۔ یہ مجموعہ حدیث کی چودہ کتابوں کا خلاصہ اور بے مثل انتخاب ہے ۔ قیمت آٹھ روپے

الدّینُ یُسرٌ

مصنفہ مولانا محمد جعفر شاہ ندوی ۔ جو لوگ اسلام کو بے حد دشوار اور ناممکن العمل سمجھتے ہیں ۔ انھیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہیئے ۔ حقیقت یہ ہے کہ دین کو ہماری غلطیوں نے ایک مصیبت بنا دیا ہے ۔ ورنہ حضور اکرمؐ کے فرمان کے مطابق دین آسان سی چیز ہے ۔ بہت سے مسائل اس میں ایسے آئے ہیں جو اب تک اُلجھے ہوئے تھے اور ان پر تفصیل سے عقلی و نقلی روشنی ڈالی گئی ہے ۔ قیمت چھ روپے

مقامِ سنّت: وحی کیا چیز ہے ؟ اسکی کتنی قسمیں ہیں ؟ حدیث کا کیا مقام ہے ؟ حدیث اور سنّت میں کیا فرق ہے ؟ اتباع حدیث کا ضروری ہے یا سنّت کا ؟ مسائل حدیث میں کہاں تک ردّ و بدل ہو سکتا ہے ؟ اطاعتِ رسولؐ کا کیا مطلب ہے ؟ یہ تمام مسائل آپ کو اس کتاب میں بڑے سُلجھے ہوئے انداز میں ملینگے ۔ یہ کتاب بھی مولانا محمد جعفر شاہ پھلواروی کی تصنیف ہے ۔ کتابت طباعت عُمدہ ہے ۔ اور جلد مع خوبصورت رنگین گرد پوش ۔ قیمت صرف دو روپے ۔

ملنے کا پتہ

سکریٹری ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ ۔ ۲ کلب روڈ ۔ لاہور (پاکستان)